حقوقِ سیریز

هن لباس لكم وانتم لباس لهن

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

حقوق الزوجین

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

نام کتاب : حقوق الزوجین
مصنف : حافظ صلاح الدین یوسف

منتظم اعلیٰ : عبد المالک مجاہد

مجلس انتظامیہ
محمد طارق شاہد (انچارج شعبہ ادب الاطفال و شباب) حافظ عبد العظیم اسد (مدیر دار السلام لاہور)

مجلس مشاورت
حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد فتح رکھوکھ اشتیاق احمد اشفاق احمد خاں
عرفان جمیل محمد امین ثاقب قاری طارق جاوید

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاھد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)
معاونین : میاں خالد محمود احسن محمود فرید جمال تنویر احسن حافظ کاشف ظہیر
احمد غنی صدیق احمد صدیقی خطاطی : اکرام الحق

اشاعت اوّل : جون 2005

سعودی عرب (ھیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: riyadh@dar-us-salam.com

❶ طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ❸ جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

❷ شارع العیبن۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 ❹ الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 **لندن** فون: 5202666 208 0044 فیکس: 5217645 208

امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

پاکستان (ھیڈ آفس و مرکزی شوروم)

❶ 36- لوئر مال۔ سیکرٹریٹ سٹاپ۔ لاہور فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

website: www.darussalampk.com e-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ موُن مارکیٹ اقبال ٹاؤن لاہور فون: 7846714

❹ F8 مرکز، اسلام آباد فون: 0092-51-2500237 ❺ مین طارق روڈ (بمقابل فری پورٹ شاپنگ مال) کراچی فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937

پیش لفظ

ہم دنیا کے معاشروں کا جائزہ لیں تو دیگر اخلاقی گراوٹوں کے ساتھ ساتھ عورت کی کمزور اور بدتر حیثیت ایک واضح تصویر کی صورت میں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ سابقہ ادوار میں بھی اور موجودہ دور میں بھی عورت اُن لوگوں کے لیے تفریح کا باعث تو نظر آتی ہے لیکن عزت کا باعث نہیں۔ عورت کی تحقیر اور توہین اکثر قوموں میں معمول کی بات تھی، اور شاید اب بھی ہے۔ اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو احترام، وقار اور مرتبہ دیا۔ اُسے پاکیزگی اور تقدس کے زیور سے آراستہ کیا اور اس کے احترام کو نسلِ نو کے لیے ناگزیر اہمیت کا حامل قرار دیا۔

مرد طاقت کی علامت ہوتا ہے۔ طاقت اور قوت کا یہ اختیار بعض اوقات اُس کے ذہن کو غلط سمت میں موڑ دیتا ہے۔ اُس کے رویے سے، اُس کی ہر ہر بات سے اور اُس کی سوچ سے برتری کا احساس جھلکنے لگتا ہے۔ اس احساس کا سب سے پہلا شکار بیوی ہوتی ہے۔ اُس سے بات منوانا، اپنے ہر حکم کی تعمیل چاہنا، اُس کی خامیوں کو ہر وقت تنقید کا نشانہ بنائے رکھنا، مرد اپنا حق سمجھتا ہے۔ یہ طرزِ عمل جہاں عورت کے لیے نقصان کا باعث ہوتا ہے وہاں مرد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

عورت کی تقدیس اور احترام کے حوالے سے نبیٔ مہرباں ﷺ نے ہماری مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ بیوی کے حقوق کیا ہوتے ہیں؟ کس موقع پر اُس سے کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ اُس کے ساتھ کس طرح کی طرزِ معاشرت ہو۔ نبیٔ کریم ﷺ نے عملی طور پر اُن حقوق کی ادائیگی ہمیں سکھائی ہے۔

ازدواجی رشتے کو استحکام دینے اور خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے خاوند کا اُن حقوق کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے۔ بیوی کے حقوق کے ساتھ ساتھ، خاوند کے حقوق بھی ہیں۔ بیوی اگر ان حقوق کا خیال رکھے تو اُن کی زندگی میں ہمیشہ بہار کا سماں رہے گا۔ غم کی خزاں اُن کے سائے سے بھی دور رہے گی، اور ان کا گھرانا سدا خوشیوں سے مہکتا رہے گا۔ لیکن یہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی سے مشروط ہے۔

یہ کتاب ''حقوق الزوجین'' اسی موضوع پر مبنی ہے۔ افادۂ عام کے لیے دارالسلام سٹوڈیو نے اس کتاب کو سی ڈی اور آڈیو کیسٹ کی صورت میں بھی پیش کیا ہے۔ احکام الٰہی اور طرزِ نبوی ﷺ سے مزین یہ کتاب اور کیسٹ/سی ڈی ان شاء اللہ بھرپور رہنمائی فراہم کریں گی۔

والسلام

عبدالمالک مجاہد

نبیؐ کریم ﷺ کی بعثت کے وقت ساری دنیا اور خاص طور پر عرب میں عورتوں کی حالت انتہائی بدتر تھی۔ عرب کے لوگ اپنی نومولود بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ایرانی اور بازنطینی حکومتوں میں بھی عورت حقیر ترین مخلوق تصور کی جاتی تھی۔ ہندوستان میں خاوند کے مرنے کے بعد بیوی کو بھی خاوند کے ساتھ زندہ جل مرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اس کو سَتی کی رسم کہا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے کی قوموں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا تھا کہ مرد اور عورت دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان کا ازدواجی تعلق انسانی معاشرے کی بنیاد ہے۔ ایسے حالات میں نبیؐ اکرم ﷺ سراپا رحمت بن کر آئے۔ آپ ﷺ نے دور رس اصلاحات کیں اور دنیا کو درس دیا کہ کس طرح ہمہ وقت اور ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود ازدواجی زندگی خوش گوار بنائی جا سکتی ہے۔

نبیؐ کریم ﷺ کی تعلیمات کا بنیادی عُنصر عورتوں کا احترام تھا۔ آپ نے عین جوانی کے عالم میں ڈھلتی عمر کی بیوہ سے شادی کی، جنہیں اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نبیؐ اکرم ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ ان کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ آپ کی ازواجِ مطہرات کو ام المومنین کہنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ عورت کے رشتے کو کس قدر مقدس بنا دیا گیا ہے۔ خواتین میں

نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو مقام حاصل کیا، اس کی بنیاد پر انھیں جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا گیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ سے ملنے کے لیے آتیں تو آپ اٹھ کر ان سے ملتے۔

مردوں کو عورتوں پر فوقیت اس بنا پر ہے کہ مرد کارزارِ حیات میں ہمہ تن سرگرم رہتا ہے اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے اس پر بے شمار ذمے داریاں ہیں، ورنہ دونوں کے حقوق مساوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''[1]

اس آیت میں مرد کی حاکمیت وقوامیت کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک وہبی ہے جو مردانہ قوت اور دماغی صلاحیت ہے، اس میں مرد عورت سے خلقی (پیدائشی) طور پر ممتاز ہے۔ دوسری وجہ کسبی ہے، جس کا مکلّف شریعت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس کی فطری کمزوری اور مخصوص تعلیمات کی وجہ سے، جو اسلام نے عورت کی عفت و حیا اور اس کے تقدس کے تحفظ کے لیے ضروری بتلائی ہیں، عورت کو معاشی جھمیلوں سے دور رکھا ہے۔ عورت کی حاکمیت کے خلاف قرآنِ کریم کی یہ نص قطعی اور بالکل واضح ہے جس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً»

---

[1] سورۃ النساء، آیت: 34

''وہ قوم ہرگز فلاح یاب نہیں ہوگی، جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیے۔''①

سورۃ النساء ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ ۗ ﴾

''جو کچھ مردوں نے کمایا، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔ اور اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔''②

اس آیت کی شانِ نزول میں بتایا گیا ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ مرد جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور شہادت پاتے ہیں۔ ہم عورتیں ان فضیلت والے کاموں سے محروم ہیں، ہماری میراث بھی مردوں سے نصف ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔③

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی قوت و طاقت اپنی حکمت و مشیّت کے مطابق عطا کی ہے اور جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کاموں میں حصہ لیتے ہیں یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں خوب حصہ لینا چاہیے اور اس میدان میں وہ جو کچھ کمائیں گی، مردوں کی طرح ان کا پورا پورا صلہ

---

① صحیح بخاری، المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسریٰ و قیصر حدیث: 4425 ② سورۃ النساء، آیت: 32 ③ مسند أحمد: 322/6

انھیں ملے گا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے کیونکہ مرد اور عورت کے درمیان استعداد و صلاحیت اور قوتِ کار کا جو فرق ہے، وہ تو قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے، جو محض آرزو سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس کے فضل سے کسب اور محنت میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

اسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت میں بہت سے حقوق سے نوازا ہے۔ مثلاً حسنِ معاشرت، تفریح اور دل بستگی کے مواقع فراہم کرنا، معاشی تحفظ، ازدواجی معاملات میں عدل اور توازن۔

نکاح میاں اور بیوی کے درمیان عہد ہوتا ہے کہ وہ احکامِ الٰہی کے تحت خوش گوار ازدواجی تعلقات قائم رکھیں گے، اسی کو حسنِ معاشرت کہا جاتا ہے۔ سورۃ النساء میں اس معاہدے کی یاد دہانی ان الفاظ میں کرائی گئی:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

''اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔''①

سورۃ البقرہ میں خاوند اور بیوی کے تعلق کو انتہائی بلیغ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾

''وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔''②

مطلب یہ ہے کہ خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے لیے ستر پوش بھی ہیں اور زینت کا سبب بھی۔

اس سلسلے میں نبیِ کریم ﷺ کے ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

---

① سورۃ النساء، آیت: 19 ② سورۃ البقرہ، آیت: 187

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَاءِهِمْ»

''تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا شخص وہ ہے، جو سب سے زیادہ با اخلاق ہے اور تم میں بہتر وہ ہے، جس کا سلوک اپنے اہل سے سب سے اچھا ہے۔''①

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کا اتنا خیال تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں اونٹ چلانے والے اونٹ کو تیز ہانکنے لگے۔ اونٹ پر ازواجِ مطہرات سوار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام اَنْجَشَہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

«وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ! رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيرِ»

''افسوس! اَنْجَشَہ! شیشوں (نازک اندام عورتوں) کو آہستگی سے لے کر چل۔''②

ازدواجی تعلق کی سب سے مضبوط بنیاد محبت کا جذبہ ہے۔ یہ جذبہ موجود ہو تو زندگی کے میدان میں اکٹھے سفر جاری رکھ سکتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اعلیٰ مقصد یعنی اولاد کی تربیت پر اچھے اثرات بھی مرتب کر سکتے ہیں۔ محبت کا جذبہ نہ ہو تو یہ تعلق ایسے ہوگا، جیسے دو اجنبی کسی سفر کے دوران میں مل بیٹھے ہوں۔

بیوی کا حق یہ ہے کہ اس کا شوہر اسے شریکِ محبت رکھے، ہاں یہ بات بھی

---

① جامع ترمذی، الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: 1162

② صحیح بخاری، الأدب، باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء، ومایکره منه حدیث: 6149 وصحیح مسلم، الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم النساء وأمره بالرفق بهن، حدیث: 2323

خارج از امکان نہیں کہ جب میاں بیوی مل جل کر رہیں، تو آپس میں اختلافات رنجشیں اور بدگمانیاں پیدا ہو جائیں۔ اگر خدانخواستہ اختلافات پیدا ہو جائیں اور وہ بڑھ جائیں تو شوہر کو چاہیے کہ اس مسئلے کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے، بلکہ صلح کرنے میں پہل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾

''صلح بہت بہتر ہے۔''①

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾

''اور ان کے ساتھ معقول طریقے سے زندگی بسر کرو، پھر اگر وہ تمہیں کسی وجہ سے ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے، ایک چیز تمہیں ناپسند ہو، مگر اللہ نے تمہارے لیے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔''②

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً ، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ»

''کوئی مسلمان شوہر اپنی مسلمان بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اسے اس کی ایک عادت پسند نہیں، تو دوسری اور عادتیں پسندیدہ ہوں گی۔''③

مطلب یہ کہ اگر عورت خوب صورت نہیں ہے یا جھگڑالو ہے، یا اس میں کوئی اور خامی ہے، تو اس وجہ سے اس سے قطع تعلقی کا فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ نباہ کرنا

---

① سورة النساء ، آیت : 128 ② سورة النساء ، آیت : 19

③ صحیح مسلم ، الرضاع ، باب الوصیة بالنساء ، حدیث : 1467

چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی خوبی وقت کے ساتھ ظاہر ہو۔ یعنی عین ممکن ہے کہ اس سے ایسی اولاد پیدا ہو، جو شوہر کی عزت میں اضافے کا سبب بن جائے۔ اس لیے نبیٔ کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ شوہر بلاوجہ بیوی کو طلاق نہ دے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا طَلَّقَهَا وَذَهَبَ بِمَهْرِهَا»

”اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے نکاح کرے، پھر جب اپنی ضرورت پوری کرلے، تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی ادا نہ کرے۔“①

یعنی بلاعذر طلاق کے ساتھ ساتھ مہر بھی غصب کرلینا، اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شرعی عذر ہو تو طلاق دینے کی اجازت ہے۔ لیکن مہر ادا کرنا ضروری ہوگا۔

اسلام میں ہر شخص کو دوسرے سے مساوات اور لطف و کرم کے معاملے کی تلقین کی گئی ہے۔ بیوی کے معاملے میں تو اور بھی محتاط ہونا چاہیے۔ نبیٔ کریم ﷺ کے احکام جو حسنِ سلوک اور مساوات کے بارے میں تھے، اُن کی بنا پر بعض گھریلو معاملات میں بیویوں نے شوہروں کے مشوروں میں اختلاف کرنا شروع کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے:

”ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دبدبے کے باوجود ان کی زوجہ نے ان سے کسی معاملے میں اختلاف کیا، تو انھوں نے برہم ہو کر کہا: تجھے میرے معاملے میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ بیوی نے یہ سن کر کہا:

---

① مستدرک للحاکم: 182/2

میرے اختلاف سے آپ کو تعجب ہوا، حالانکہ آپ کی صاحب زادی حفصہ رضی اللہ عنہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کرتی ہے اور بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس اختلاف کی وجہ سے دن بھر ناراض رہتے ہیں۔'' ①

اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیوی کا عام گھریلو معاملے میں شوہر سے اختلاف کرنا معیوب نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازِ معاشرت سے بھی یہی ثابت ہے۔

ازدواجی رشتوں کو استوار کرنے اور خانگی زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے لیے مناسب اور موزوں سامانِ تفریح مہیا کرے سنن ابی داود میں آتا ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگائی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم اس وقت دبلا پتلا تھا۔ اس لیے دوڑ میں آگے نکل گئیں۔ کچھ مدت بعد پھر دوڑ لگی تو پیچھے رہ گئیں، اس لیے کہ اس وقت جسم کچھ فربہ ہو گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس دوڑ کا بدلہ ہے۔'' ②

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقع پر گھر کی دیوار کی اوٹ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کی جنگی ورزش کا منظر دکھایا۔ مطلب یہ کہ اہل وعیال کو خوش رکھنا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دینی خدمت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار جامع ترمذی کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَاءِهِمْ»

---

① صحیح بخاری، التفسیر، باب (تبتغی مرضات أزواجك) ......، حدیث: 4913
② سنن ابی داود، الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث: 2578

''ایمانداروں میں ایمان کے لحاظ سے کامل وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں اور تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہیں۔''①

رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی دلجوئی کے لیے ان کے گھر کے کام کاج میں تعاون فرماتے تھے۔ کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اپنے کپڑے خود دھو لیتے تھے، پیوند خود لگا لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ اپنی اونٹنی خود باندھتے تھے۔ خادم کے ساتھ ایک برتن میں کھانے میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ اپنے گھر کی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے، یعنی خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے، لیکن دوسروں کا خیال رکھتے تھے۔

گھر کا نظام چلانے کے لیے سرمایہ فراہم کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ عورت کا فرض یہ ہے کہ خوش اسلوبی سے گھر کا بندوبست کرے۔ کیونکہ گھریلو معاملات کی وہ ذمہ دار اور نگران ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»

''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا اور بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کی

① جامع ترمذی، الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها، حدیث :1162

رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔''①

مرد کے ذمے ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ تگ و دو کر کے اہل و عیال کے لیے حلال روزی مہیا کرے۔ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو دیگر حقوق کی یاددہانی کراتے ہوئے فرمایا تھا:

«وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا»

''اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔''②

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی شخص کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلاَ تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلاَ تُقَبِّحْ، وَلاَ تَهْجُرْ إِلاَّ فِي الْبَيْتِ»

''جب تو کھائے، اسے بھی کھلائے، جب تُو پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے چہرے پر نہ مارے، اسے برا بھلا نہ کہے اور اس سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے، تو گھر کے اندر ہی کرے۔''③

بال بچوں کی پرورش رزقِ حلال سے کرنا عبادت کا اونچا مقام ہے۔ اس بات کی وضاحت صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ

---

① صحيح بخاری، الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، حديث: 893

② صحيح بخاری، الصوم، باب حق الضيف فی الصوم، حديث: 1974

③ سنن أبی داود، النكاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حديث: 2142

وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَي مِسْكِينٍ ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ»

''ایک دینار وہ ہے جو تو نے جہاد پر خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جس سے کسی غلام کو آزادی دلائی، اور ایک دینار وہ ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک دینار وہ ہے جو تُو نے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ اجر کے اعتبار سے سب سے بڑا دینار وہ ہے جسے تُو نے اپنے اہل پر خرچ کیا۔''①

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ہر کام متوازن ہونا چاہیے۔ اعتدال کا راستہ سب سے بہتر راستہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے:

﴿ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾

''کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔''②

سورۂ بنی اسرائیل میں یہی حکم اس طرح ہے:

﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ﴾

''اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے۔''③

اس آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان نہ تو بخیل بن کر دولت کی گردش کو روکے اور نہ فضول خرچ بن کر اپنی معاشی طاقت ضائع کرے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ان احکام کی عملی تصویر تھی، چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی کہ انسانوں کے معاملے میں تو زرخیز زمین کی طرح فیاض تھے، مگر گھر کے ساز و سامان اور لباس کے معاملے میں کم پیداوار دینے والی

① صحیح مسلم ، الزکاۃ ، باب فضل النفقة علی العیال ..... حدیث : 995

② سورۃ الاعراف ، آیت : 31 ③ سورۂ بنی اسرائیل ، آیت : 29

زمین کی طرح تھے۔

مطلب یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتدال کے پہلو کو یوں قائم رکھا کہ اہل و عیال اور لوگوں پر تو کھلے دل سے خرچ کرتے تھے مگر گھر کی آرائش اور لباس کے معاملے میں بہت محتاط تھے۔

عدل و مساوات کا برتاؤ کرنا

عدل انسان کا بنیادی تقاضا ہے۔ اس کو ازدواجی تعلقات میں بھی جاری وساری رکھنا چاہیے۔ عورت کا حق یہ ہے کہ مرد اس کے ساتھ مکمل مساوات رکھے۔ کھانے پینے لباس اور ہر معاملے میں مساوات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ یہاں لباس کے معاملے میں وضاحت کر دی جائے۔ عدل اور مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ مرد کھدر پہنے تو عورت بھی یہی کپڑا پہنے، بلکہ عدل یہ ہے کہ مرد وہ کپڑا پہنے جو عام مرد پہنتے ہیں اور عورت وہ لباس اختیار کرے جو عام عورت پہنتی ہے۔ مرد کو موٹا جھوٹا اور جہاں تک ہو سکے، سفید لباس پہننا چاہیے، جب کہ عورت کے لیے ریشمی اور رنگ دار کپڑے پہننا جائز ہیں۔ پابندی تو بس یہ ہے کہ لباس اتنا باریک نہ ہو، جس میں سے جسم نظر آئے۔ اسی طرح زیور پہننا بھی جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ»

”ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال کیا گیا ہے۔“①

عورت کے لیے ریشم اور سونے کا استعمال جائز ہے، لازم نہیں۔ خاوند کی مالی

---

① جامع ترمذی، اللباس، باب ماجاء فی الحریر والذهب للرجال، حدیث : 1720 ومسند أحمد : 393/4

حالت کے مطابق ہی عورت کا لباس اور زیور ہونا چاہیے۔ خاوند کو چاہیے کہ بیوی کے ساتھ تمام معاشرتی معاملات میں عدل اور مساوات کا اصول جاری رکھے۔ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہننے کے اچھے بھلے کپڑے اور زیورات موجود ہوتے ہیں، اس کے باوجود بھی کپڑے بنوائے چلی جاتی ہیں، زیورات بنواتی رہتی ہیں۔ صندوقوں میں کپڑوں کا ڈھیر جمع ہوتا رہتا ہے اور بکسوں میں زیورات کی تعداد بڑھتی رہتی ہے۔ شوہر سے کپڑے اور زیورات بنوانے پر فرمائشیں کی جاتی ہیں، عزیز رشتے داروں کے ہاں شادی آ جائے تو نئے سرے سے جوڑے تیار کرائے جاتے ہیں، زیور تک نئے بنوائے جاتے ہیں، لہٰذا اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود ہیں، اس وقت تک شوہر کے ذمے نیا جوڑا بنوانا واجب نہیں ہے۔ زیورات کے معاملے میں تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جو زیور موجود ہے، بس کافی ہے۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر بھی جوڑے بنوا کر دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ یوں وہ بنوا دے تو یہ اس کا احسان ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ عورت کی ملکیت میں جو زیور ہے، اس زیور کی زکوٰۃ شوہر پر واجب نہیں، تاہم شوہر کو چاہیے کہ ایسے موقعوں پر کچھ رقم بیوی کو دے دیا کرے تاکہ اسے آسانی ہو جائے، ورنہ شوہر پر واجب نہیں۔ شوہر رقم نہ دے سکے تو عورت کو چاہیے، اپنا کچھ زیور بیچ کر اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ خاوند کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر ان عبادتوں میں اس کا مال خرچ کرنا ناجائز ہوگا۔ عورتیں اس میں بہت بے احتیاطی کرتی ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کا انھیں خیال تک نہیں آتا۔

زکوٰۃ کے علاوہ بھی یہی مسئلہ ہے۔عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی سائل کو یا کسی مدرسے کو چندہ وغیرہ نہیں دے سکتی۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لاَ تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلاَّ بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَلاَ الطَّعَامُ؟ قَالَ: ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا»

''کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے یعنی صدقہ خیرات میں نہ دے۔آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ تو ہمارا سب سے بہتر مال ہے۔''①

اسی طرح شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کو کچھ خریدنا بھی جائز نہیں۔عورتوں کی عادت ہے، بلا وجہ، اندھا دھند چیزیں خریدتی جاتی ہیں اور ذخیرہ کرتی رہتی ہیں۔

میاں بیوی کے حقوق

میاں بیوی کے حقوق کیا ہیں؟ آیئے جائزہ لیتے ہیں۔ پہلے ہم ذکر کرتے ہیں عورتوں کے حقوق جن کی ادائیگی مردوں کے ذمے فرض ہے۔

1- نکاح کے بعد مرد پر پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرے اور اسے خوش دلی سے ادا کرے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے:

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾

''اور عورتوں کو ان کے حق مہر راضی خوشی دو۔''②

ہاں،عورت خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ معاف کر دے،تو جائز ہے۔اسے ایسا

---

① جامع ترمذی، الزکاۃ، باب ماجاء فی نفقة المرأة من بيت زوجها، حديث:670
② سورۃ النساء، آیت : 4

کرنے کے لیے مجبور کیا جائے، نہ ہی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ مہر معاف کرنے ہی میں عافیت سمجھے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيٓـًٔا مَّرِيٓـًٔا﴾

''اگر وہ اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔''①

مہر سے دست برداری اس صورت میں قبول ہوگی کہ عورت برضا و رغبت ایسا کرے۔ مہر کتنا ہو؟ شرعاً اس کی کوئی تحدید نہیں۔ جیسے بعض لوگوں نے 32 روپے مہر کو شرعی مہر کا نام دے رکھا ہے، یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ حق مہر طاقت کے مطابق ہونا چاہیے۔ تاہم محض نمود و نمائش کے لیے مہر میں غلو کرنے کو بھی نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ»

''(حق مہر کے اعتبار سے) بہترین نکاح وہ ہے جو آسان ہو۔''②

ابو عَجْفَاء سُلَمِی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! عورتوں کا حق مہر زیادہ مقرر نہ کرو، اگر زیادہ مہر دینا، دنیا میں عزت کا باعث ہوتا، یا اللہ کے ہاں تقوے کا موجب ہوتا، تو نبی کریم ﷺ ایسا کرنے کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو بارہ اوقیوں سے زیادہ

---

① سورة النساء، آیت: 4

② سنن أبي داود، النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم لها صداقا حتى مات حديث:2117

مہر دیا، نہ اپنی بیٹیوں ہی کا بارہ اوقیوں سے زیادہ مہر مقرر کیا۔''①

بارہ اوقیوں کا وزن 1 کلو468 گرام (چاندی) بنتا ہے۔

2- دوسرا حق نفقہ ہے۔ اسلام نے کاموں کی تقسیم کرتے وقت گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش عورت کے ذمے لگائی ہے اور یہ کام ہر وقت مصروفیت کے ہیں۔ اس لیے انھیں حکم دیا گیا ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾

''اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔''②

مرد جسمانی اعتبار سے کارزارِ حیات میں بھرپور حصہ لے سکتا ہے، لہٰذا اسلام نے اہل وعیال کی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا، مرد کی ذمے داری بتلائی ہے۔ خاوند اپنی بیوی کو خرچ دینے کی سکت نہ رکھتا ہو، یا سکت تو رکھتا ہو، لیکن دینے سے انکاری ہو، تو اس صورت میں عورت کے مطالبے پر نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے۔ مرد پر نفقہ کی ادائیگی سورۃ النساء کی اس آیت سے ثابت ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ وہ ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''③

یہاں سوال یہ ہے کہ نفقے کا معیار اور حد کیا ہے؟ اس کا جواب بھی سورۃ الطلاق

---

① سنن أبي داود، النكاح، باب الصداق، حديث: 2106
② سورة الأحزاب، آيت: 33
③ سورة النساء، آيت: 34

میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ﴾

''خوش حال آدمی اپنی خوش حالی کے مطابق نفقہ دے اور جسے رزق کم دیا گیا ہو، وہ اس مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔''①

اس طرح نفقے کی ادائیگی کا فطری معیار قائم کیا گیا، یعنی خاوند کی مالی حالت کے مطابق ہی نفقہ ہوگا۔

3-خاوند کا تیسرا فرض یہ ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے۔ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے۔ ظلم کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا عزم کرلیں تو اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔''②

اس سے ظاہر ہوا کہ قطع تعلق کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ ہے، ورنہ اس مدت کے بعد بیوی کو طلاق دینی ہوگی۔ یا اس کے پاس جانا ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر ''احسن البیان'' میں حسب ذیل کی گئی ہے:

''ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں، یعنی کوئی شوہر اگر قسم کھا لے کہ اپنی بیوی سے

① سورۃ الطلاق، آیت: 7 ② سورۃ البقرہ، آیت: 226، 227

ایک مہینا یا دو مہینے (مثلاً) تعلق نہیں رکھوں گا۔ پھر قسم کی مدت پوری کر کے تعلق قائم کر لیتا ہے تو کوئی کفارہ نہیں، ہاں اگر مدت پوری ہونے سے قبل تعلق قائم کرے گا تو کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر چار مہینے سے زیادہ مدت کے لیے یا مدت کے تعین کے بغیر قسم کھاتا ہے تو اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے مدت کا تعیین کر دیا گیا ہے کہ وہ چار مہینے گزرنے کے بعد یا تو بیوی سے تعلق قائم کر لیں، یا پھر اسے طلاق دے دیں۔ (اسے چار مہینے سے زیادہ معلق رکھنے کی اجازت نہیں ہے) پہلی صورت میں اسے کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔ اگر دونوں میں سے کوئی صورت اختیار نہیں کرے گا تو عدالت اس کو دونوں میں سے کسی ایک بات کو اختیار کرنے پر مجبور کرے گی کہ وہ اس سے تعلق قائم کرے، یا طلاق دے تاکہ عورت پر ظلم نہ ہو۔''

دوسرا ظلم ہے انھیں ستانے کے لیے روکے رکھنا۔ اس طرح خاوند، بیوی کو جو جسمانی اور روحانی تکالیف پہنچائے گا، اسے ضِرَار و تَعَدِّی (تکلیف پہنچانا اور زیادتی کرنا) کہتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا﴾

''اور انھیں ستانے اور زیادتی کرنے کے لیے نہ روک رکھو، جو ایسا کرے گا، وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ۔''①

اللہ کے اس حکم کی رُو سے جو خاوند اپنی بیوی سے اس قسم کا سلوک کرے گا تو بیوی کو حق ہوگا کہ قانون کی مدد سے خاوند سے گلوخلاصی حاصل کرلے۔

ظلم کی تیسری قسم ہے، ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل نہ کرنا۔

① سورة البقرة، آیت: 231

ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت ہے ہی اس صورت میں کہ ان کے درمیان عدل کیا جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾

''پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے،تو ایک ہی کافی ہے۔''①

مرد اگر ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہے،تو اسے اس اصول کی پابندی کرنی ہوگی کہ تمام بیویوں سے امکان کی حد تک ہر معاملے میں عدل کرے،کسی ایک کا ہو کر نہ رہے۔اس عہد کی خلاف ورزی ظلم ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾

''کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو گویا معلق چھوڑ دو۔''②

ایسی عورت جسے خاوند نے اللہ کے حکم کے خلاف چھوڑ رکھا ہو،قانون کے ذریعے سے دادرسی حاصل کرسکتی ہے اور طلاق لے سکتی ہے۔

یہ ظلم کی وہ صورتیں ہیں جن میں قانون مداخلت کرسکتا ہے۔ان کے علاوہ اور بھی ایسے معاملات ہیں جو رحمت اور شفقت کے خلاف ہیں۔قرآنِ کریم اور احادیث میں ایسے حالات میں زوجین کو اخلاقی ہدایات دی ہیں۔

عورت کے ذمے شوہر کے حقوق

سب سے پہلا نمبر ہے اطاعت کا۔اطاعت اللہ تعالیٰ کا حق ہے،یعنی مخلوق کو چاہیے،اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے،جیسا کہ ایک ملک کے حاکم کا حق ہوتا ہے کہ اس میں بسنے والے لوگ اس کے قوانین پر عمل کریں۔ملک میں چھوٹی سے چھوٹی اکائی

① سورۃ النساء ، آیت : 3

② سورۃ النساء ، آیت : 129

گھر ہے، وہاں بیوی اور اولاد کا فرض ہے کہ صاحبِ خانہ کا حکم مانیں۔ فرش سے لے کر عرش تک تمام ادارے ایک ہی جذبے کے تحت مصروفِ عمل ہیں اور وہ جذبہ ہے، اطاعت کا۔ یہ جذبہ نہ ہو، تو نظم ونسق قائم نہیں رہ سکتا۔ مختلف اور متضاد احکام حالات کو زیر وزبر کر کے رکھ دیں گے اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

شوہر کا اپنی بیوی پر پہلا حق یہ ہے کہ بیوی اس کا ہر حکم بجا لائے، شرط یہ ہے کہ اس کا کوئی حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ ٹکراتا ہو، لہٰذا ایک اچھی بیوی کی خصوصیت شوہر کی اطاعت ہے۔ اس کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! کون سی عورت سب سے زیادہ اچھی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَيْرُ النِّسَاءِ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلاَ تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلاَ مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ»

''سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جس وقت اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے، جب اسے حکم دے تو بجا لائے، اپنی ذات اور مال کے بارے میں خاوند کو ناگوار گزرنے والی بات نہ کرے۔''[1]

اسی سلسلے کی بہت اہم حدیث سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلاَثَةٌ لاَ تُجَاوِزُ صَلاَتُهُمْ آذَانَهُمْ: الْعَبْدُ الآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ»

---

① سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 1838 ومسند أحمد، حديث: 251/2

''تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آ جائے، دوسری وہ عورت جو اس حال میں رات گزارتی ہے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہے اور تیسرا وہ آدمی جو کسی قوم کا امام ہے اور وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔''①

اس حدیث میں شوہر کی ناراضی کا سبب، بیوی کا گھریلو کام کاج میں دلچسپی نہ لینا اور سستی اور کاہلی سے کام لینا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا بیوی کو چاہیے کہ وہ گھر کے نظم ونسق میں خاطر خواہ دلچسپی لے۔ زندگی میں غم اور خوشی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگر خاوند کی آمدنی تھوڑی ہو، تو زندگی کچھ تنگی سے گزرتی ہے، لیکن عورت کے تعاون سے گزر اوقات ہو ہی جاتی ہے اور حقیقی لذت وراحت اسی ایثار وقربانی اور باہم تعاون کرنے ہی میں ہے۔ مسلمان بیوی کو صابر وشاکر بن کر ان حالات کا مقابلہ صبر شکر ہی سے کرنا چاہیے اور خاوند کو اپنی تکلیف یا پریشانی کا احساس نہیں ہونے دینا چاہیے یا اس حد تک احساس نہ دلائے کہ وہ پریشان رہنے لگے۔ عورت کو تکلیف اور دکھ کے موقع پر کس طرح صبر وشکر کا مظاہرہ کرنا چاہیے، صحیح بخاری کی اس حدیث سے بخوبی واضح ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے کہ بچے کا انتقال ہو گیا، جب وہ تھکے ماندے گھر آئے تو پوچھا: بچے کا کیا حال ہے؟ ان کی بیوی ام سُلَیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون کے ساتھ ہے۔ پھر ان کی بیوی نے ان

① جامع ترمذی ، الصلاۃ ، باب ماجاء فی کراھیة أن یخص الإمام نفسه بالدعاء ، حدیث : 360

کے سامنے کھانا پیش کیا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا کھایا۔ پھر انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت اختیار کی۔ صبح انھوں نے غسل کیا اور باہر جانے لگے، تو ان کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ان کا بیٹا فوت ہو چکا ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر سارے واقعے سے آگاہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے رات کو اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں! چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ان دونوں کے ہاں برکت عطا فرما! انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو مجھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے حفاظت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں وہ بچہ آپ کی خدمت میں لایا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کچھ کھجوریں آپ کی خدمت میں بھیجیں۔ آپ نے اس بچے کو پکڑا اور دریافت کیا کہ اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہے؟ لوگوں نے کہا، جی ہاں! کھجوریں ہیں۔ آپ نے ایک کھجور کو چبایا اور اس کے ساتھ بچے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔" ①

اس حدیث میں عورت کے لیے یہ درس ہے کہ صبر کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے اور بڑی سے بڑی مصیبت پر صبر کرے، جیسا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کمال استقلال کا مظاہرہ کیا اور رنج وغم کو ایسا چھپایا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ بچہ واقعی اچھا ہو گیا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا عظیم ثمرہ عطا کیا۔ حقیقت ہے کہ صبر کے بہت فوائد ہیں، اگر صحیح معنوں میں صبر کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

① صحیح بخاری، الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عندالمصیبة، حدیث: 5470 و العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد...... حدیث: 1301

«وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ»

”کسی شخص کو ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع ہو۔“①

بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر میں ایسے شخص کو آنے دے، جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو یا ایسی جگہ جائے، جہاں اس کا جانا شوہر کو ناگوار ہو۔

شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ اس کی بیوی، اس کے گھر اور مال واسباب کی نگہداشت کرے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ»

”شوہر کہیں باہر جائے، تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی، اپنی عزت وآبرو اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔“②

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»

”عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔③

لہٰذا بیوی کا فرض ہے کہ وہ شوہر کے گھر کو جو دراصل اس کا اپنا گھر ہے، اس کی حفاظت کرے اور اس کے ساز وسامان اور دولت کو بھی حفاظت سے رکھے۔ فضول اور بے موقع خرچ یا استعمال نہ کرے۔

بعض بے عقل بیویاں اپنے میکے والوں کو شوہر کی دولت سے فائدہ پہنچانا شروع کر دیتی ہیں۔ اگر وہ خاوند کی مرضی کے بغیر ایسا کرتی ہیں، تو خیانت کرتی ہیں اور اگر خاوند کی

① صحیح بخاری، الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسئلة، حدیث:1469
② سنن ابن ماجه، النكاح، باب أفضل النساء، حدیث: 1857
③ صحیح بخاری، الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، حدیث: 893

مرضی سے کرتی ہیں، تب بھی یہ ان کی فضول خرچی ہے لیکن اگر بیوی کے والدین غریب ہوں تو وہ شوہر کی مرضی سے انھیں فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا' اور پھر اس کو اللہ کے لیے کسی عزیز پر خرچ کرنا دہرے ثواب کا موجب ہے۔

گھر کی نگہبانی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ بیوی امورِ خانہ داری میں دلچسپی لے۔ اس سلسلے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دھوتی تھیں اور سر مبارک پر تیل لگاتی تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں۔ اسی طرح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری والدہ ماجدہ گھر کا تمام اندرونی کام کاج مثلاً کھانا پکانا، چکی پیسنا، کپڑے دھونا، گھر میں جھاڑو وغیرہ، خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں اور انھی کاموں کے دوران میں ہماری ضرورتیں مثلاً نہلانا، کپڑے بدلوانا وغیرہ، ہر کام وقت پر پورا کرتی تھیں۔

دوسرے نمبر پر تربیتِ اولاد آتی ہے، شوہر کا یہ بھی حق ہے کہ اولاد کی مناسب تربیت کرے۔ اس بارے میں ہم حقوق الوالدین اور حقوق الاولاد میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

بیوی کو یہ بھی چاہیے کہ اپنے مطالبات کا جائزہ لے۔ اس کو صرف حلال اور جائز حد تک ہی رہنے دے، آگے نہ بڑھائے۔ ہمارے اسلاف میں ایسی نیک دل خواتین کا پتا چلتا ہے، جو اس پر سختی سے کاربند تھیں۔ اُن کے شوہر یا والد جب کاروباری غرض سے سفر پر روانہ ہوتے، تو یہ ان سے ان الفاظ میں درخواست کرتی تھیں:

”آپ حرام روزی سے کسی طرح بھی اپنا دامن آلودہ نہ کریں، کیونکہ

ہمارے لیے یہ تو ممکن ہے کہ قدرے بھوک اور تکلیف پر صبر کرلیں، مگر آگ کو برداشت کرنا ناممکن ہے۔''

مطلب یہ کہ ہماری اُن ماؤں کو اسلامی قدروں کا اس قدر خیال تھا۔شادی بیاہ کے موقعوں پر خواتین خاص طور پر اپنی بچیوں کو سننے اور اطاعت کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں، چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ سیدہ اسماء بنت خارِجہ فَزَاری رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو سسرال بھیجتے وقت جو وصیت کی تھی، وہ یہ ہے:

''بیٹی! تم ایک جانے بوجھے آشیانے سے نکلی ہو اور ایسے مکان کو اپنا رہی ہو جسے تم نہیں پہچانتیں، اور ایسے رفیقِ حیات سے تمہارا سامنا ہے، جس سے تم نا آشنا ہو مانوس نہیں، لہٰذا تمہیں چاہیے کہ زمین کی طرح اس کے پاؤں تلے بچھ جاؤ۔ وہ تمہارے حق میں آسمان بننے کی کوشش کرے گا۔تم خود کو فرش کی طرح ثابت کرو، وہ تمہارے لیے ستون ثابت ہوگا۔تم لونڈی بن کر رہو، وہ غلامِ بے دام بن کر رہے گا۔کسی مطالبے پر اصرار نہ کرو، ورنہ بے زار ہو جائے گا۔اس سے دُور دُور نہ رہو ورنہ بھلا دے گا۔اگر وہ قریب آئے تو تم بھی قریب آنے کی کوشش کرو، اگر وہ دور رہے تب بھی تم نزدیک جانے کی کوشش کرو۔ ہر حال میں اس کی عزت، شہرت اور شخصیت کا خیال رکھو۔ وہ تم سے سوائے مہک کے اور کچھ نہ سونگھنے پائے اور سوائے اچھی بات کے کچھ نہ سننے پائے۔''

آپ غور کریں کہ انھوں نے بیٹی کو کس قدر بہترین نصیحتیں کیں۔مطلب یہ کہ مطالبات میں اعتدال سے کام لینا چاہیے' مطالبات محدود ہوں گے، تو شوہر کی تگ و دو کم ہوگی اور اسے بھی دو چار گھڑیاں آرام کی میسر آجائیں گی۔مطالبات اور خواہشات

کا سلسلہ آگے ہی آگے بڑھاتے نہیں رہنا چاہیے۔ خاوند کی قوتِ خرید سے بڑھ کر قیمتی لباس کا مطالبہ بھی نہیں کرنا چاہیے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ خاوند اس کے مطالبات پورے کرنے کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہوجائے، جرائم کے راستے پر چل نکلے، رشوت لینے لگ جائے۔

ہمارے ملک کے قریباً ہر طبقے کے لوگوں کی بیویوں نے بدقسمتی سے اپنے حقوق وفرائض پورے ادا نہیں کیے۔ چاہیے تو انھیں یہ تھا کہ اپنے شوہروں کی جائز آمدنی کے اندر رہ کر گزارا کرتیں، چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتیں۔ کار، کوٹھی، بینک بیلنس اور بانڈز کے چکر میں نہ پڑتیں کہ یہ چیزیں زندگی میں آسائش کے سامان تو ہیں، مگر سکون دینے کے قابل نہیں، اور سکون ہی اصل دولت ہے۔ مال و دولت کی کوئی حیثیت ہوتی، تو پیغمبروں اور ولیوں کو اس سے دور نہ رکھا جاتا۔

مسلمان بیوی خوش قسمت ہے کہ اس کے سامنے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن جیسی بے مثال خواتین کی مثالیں موجود ہیں، یہ نہ صرف مثالی خواتین تھیں بلکہ مثالی بیویاں بھی تھیں۔

اسی طرح خاوندوں کے لیے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اپنی بیویوں کے ساتھ بڑے خوشگوار تھے۔ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی۔ اس وقت سیدہ عائشہ دبلے پتلے جسم کی تھیں، ہلکی پھلکی ہونے کے سبب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ان سے پھر دوڑ لگائی، اس وقت ان کا جسم قدرے فربہ ہوچکا تھا، لہٰذا دوڑ میں پیچھے رہ گئیں۔ آپ

نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ! یہ پہلی بار کا بدلہ ہے، یعنی پہلے تم آگے نکل گئی تھیں۔ آج میں نے آگے نکل کر اس دن کا بدلہ لے لیا۔ ①

آپ ذرا غور کریں، نبیٔ کریم ﷺ نے یہ دوڑ بلا وجہ نہیں لگائی۔ آپ نے اس سے اپنی اُمت کو یہ تعلیم دی کہ اگر زیادہ عمر والا، کم عمر والی سے شادی کرے، تو اس کی کم سنی کا خیال رکھنا چاہیے اور اسی مناسبت سے اس کے جذبات کی رعایت رکھے۔ کیونکہ بچوں کی طبیعت کھیل کود کو پسند کرتی ہے، لہٰذا انھیں اس کا موقع دینا چاہیے اور عملی طور پر اجازت دی جائے۔ جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خود دوڑ لگائی۔ ایک بار آپ نے انھیں حبشیوں کا کھیل دکھایا۔ وہ مسجد کے احاطے میں نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گڑیوں سے کھیلنے کی بھی اجازت دی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ محلے کی لڑکیاں نبیٔ کریم ﷺ کے گھر آجاتیں اور سیدہ عائشہ کے ساتھ کھیلنے لگ جاتیں۔ ایسے میں اگر آپ ﷺ تشریف لے آتے تو انھیں کچھ نہ کہتے، بلکہ فرماتے، اطمینان سے کھیلو۔ ان سب باتوں میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر زیادہ عمر والے شخص کی کم عمر والی خاتون سے شادی ہو جائے، تو اس کے ساتھ معاشرت کیسے کی جائے گی، چنانچہ آپ نے امت کو حُسنِ معاشرت کی تعلیم دی۔

نبیٔ اکرم ﷺ بیویوں کے حقوق میں مکمل مساوات اور عدل قائم رکھتے تھے۔ کسی قسم کا کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔ رہا معاملہ محبت کا، تو اس بارے میں نبیٔ کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ، جس کا مجھے اختیار تھا، اس کی تقسیم تو میں نے مساویانہ کر

---

① مسند أحمد: 264/6

دی، لیکن جو بات میرے بس میں نہیں، اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔ آپ کے ان الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ معاملات اور معاشرت اختیاری چیزیں ہیں اور محبت اور طبیعت کا میلان اختیاری نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے ازدواجی تعلقات حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو سے ٹیک لگا لیتے تھے اور اسی حالت میں قرآنِ کریم کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایامِ ماہواری سے ہوتیں لیکن آپ ان کی طرف التفات فرماتے۔ یہ سب باتیں آپ کے ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک اور لطف و کرم کا نتیجہ تھیں۔ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جن کا نام نکل آتا، وہی ساتھ جاتیں۔ جامع ترمذی میں ہے کہ نبیِ کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي»

’’تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر (سلوک کرنے والا) ہوں۔‘‘[1]

آپ تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہوجاتی تو وہاں تشریف لے جاتے جہاں باری ہوتی۔ رات وہیں بسر کرتے۔ آپ باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا کہ آپ ازواجِ مطہرات کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں۔

---

[1] جامع ترمذی ، المناقب ، باب فضل أزواج النبی (ﷺ) ، حدیث : 3895

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

''میرے بھانجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم میں ازواجِ مطہرات کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے، یعنی ہمارے پاس وقت گزارنے میں۔ اور بہت کم ایسا ہوتا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف نہ لائیں اور ہمارے قریب ہو کر نہ بیٹھیں، یہاں تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بیوی کے پاس پہنچتے، جس کی اس دن باری ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرتے۔ جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کمزور ہو گئیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ نہ دیں، تو انھوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو منظور کر لیا۔''①

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کوئی عورت کسی عذر کی وجہ سے اپنی باری اپنی سوتن کو ہبہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، لیکن اس کے لیے خاوند کی رضامندی ضروری ہے، کیونکہ خاوند کا جس طرح دوسری بیوی پر حق ہے اسی طرح اس ہبہ کرنے والی بیوی پر بھی حق ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے کو جس جگہ منہ لگاتیں، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگا کر پانی پیتے تھے۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ گوشت والی وہ ہڈی لے کر وہاں منہ لگاتے جہاں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھایا تھا۔ آپ بیویوں کا پاک صاف رہنا پسند فرماتے۔ آپ ان سے نرم لہجے میں گفتگو کرتے، کوئی بات ناگوار گزرتی، تو صرف اتنا کرتے کہ التفات میں کمی کر دیتے۔ آپ گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔

---

① سنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، حديث: 2135

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب نبی اکرم ﷺ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیمار ہوئے، تو آپ نے اپنی بیویوں سے اس بات کی اجازت چاہی کہ وہ آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے دیں۔ سب نے خوشی سے اجازت دے دی۔ نبی کریم ﷺ کے ایسا کرنے سے یہ باتیں بخوبی سمجھ میں آتی ہیں کہ آپ اپنی بیویوں کے درمیان اس قدر انصاف فرماتے تھے۔ دوسرا یہ کہ شوہر ایک بیوی کی باری والے دن دوسری بیوی کے ہاں جانا چاہے تو اس کی اجازت حاصل کرے۔ تیسرا یہ کہ بیوی بھی ان حالات میں شوہر کی رعایت کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے شوہروں کو بیویوں کے حقوق کے معاملے میں جو نصیحت فرمائی ہے، وہ نصیحت کتب احادیث میں اس طرح آئی ہے:

> ''عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو، کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنا چاہو گے، تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے اور اگر اسے اس کے حال پر رہنے دو گے، تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لیے میں تمہیں ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس نصیحت کو قبول کرو۔''①

اسی طرح شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو پردے کی تلقین کرے اور سختی کے ساتھ اس پر عمل بھی کرائے، کیوں کہ بے پردگی بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اس کا حکم دیا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ﴾

---

① صحیح بخاری، أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته، حدیث: 3331 وصحیح مسلم، الرضاع، باب الوصیة بالنساء، حدیث: 1470

''اے نبی! اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔''①

امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے جس قدر اہتمام کے ساتھ پردہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

جنگِ جمل کا مشہور واقعہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ان کے پاس اس وقت آئے جب کہ جنگ کا نقارہ بج چکا تھا اور میدانِ کارزار گرم تھا۔ ان کے بھائی کے ہاتھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک رقعہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ان کی اونٹنی کے قریب ہو کر وہ رقعہ ان کو پیش کرنے لگے۔ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر نقاب تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کو پہچان نہ سکیں اور افسوس کے انداز میں بولیں: آج عام لوگ میرے پاس بغیر اجازت آنے کی جرأت کرنے لگ گئے ہیں۔ ان کے بھائی نے جواب دیا: نقاب اُٹھا کر دیکھو میں کون ہوں؟ غیر ہوں یا اپنا!②

اس واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ امہات المومنین پردے کے معاملے میں کس قدر سخت تھیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ کے نازک موقع پر بھی پردے کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور پردے کی وجہ سے وہ اپنے سگے بھائی کو بھی نہ پہچان سکیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ ان مثالی عورتوں کے کردار پر عمل کریں اور پردے کا اہتمام کریں۔

شوہر کے حق کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا»

---

① سورۃ الاحزاب، آیت: 59

② ایمان و عمل از مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری، ص: 476

''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے، تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''①

سیدنا ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لاَ تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا»

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، کوئی عورت اس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر لے۔''②

یعنی عورت اگر صرف نماز روزے کا اہتمام کرتی رہے گی اور اپنے شوہر کے حقوق ادا نہیں کرے گی، تو اس کی نجات نہیں ہوگی۔

---

① جامع ترمذی، الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، حدیث: 1159

② سنن ابن ماجه ، النكاح ، باب حق الزوج على المرأة ، حديث : 1853

ازدواجی زندگی کو پُر مسرت اور خوشگوار بنانے کے لیے چند نصیحتیں

✧ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی خوبیوں کو ہر وقت سامنے رکھیں اور خامیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کریں، کیونکہ کچھ نہ کچھ خامی ہر انسان میں ہوتی ہے، اسی طرح کچھ نہ کچھ خوبیاں بھی ہر ایک میں ہوتی ہیں۔ اگر نظر خوبیوں پر رہے تو خامیوں کو نظر انداز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

✧ خود بینی اور خود پرستی سے احتراز کریں، اس کے برعکس دوسرے کی خوبیوں کی تعریف کریں اور انھیں سراہیں۔

✧ دونوں بیک وقت غصے کا مظاہرہ نہ کریں۔ ایک فریق ہر صورت میں تحمل اور برداشت سے کام لے۔ مرد کو خاص طور پر زیادہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور صنفِ نازک کو صنفِ نازک ہی سمجھے، اسے اپنی شفقت، پیار اور محبت کا مستحق ہی سمجھے، اسے اپنا حریف اور مقابل ہرگز نہ سمجھے۔

✧ تخلیہ ہو یا مجلس، ایک دوسرے کے خلاف جلی کٹی نہ کہیں۔

✧ ایک دوسرے سے تیز گفتاری اور سختی سے پیش نہ آئیں۔ بلکہ نرم گفتاری اور نرمی کو معمول بنائیں۔

✧ ایک دوسرے کی بات ماننے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

✧ ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی کو معمول بنایا جائے۔

- نکتہ چینی یا بدخوئی اور خوردہ گیری سے اجتناب کیا جائے۔ اگر کبھی اس کی ضرورت پیش آ ہی جائے، تو نہایت حکمت اور شیریں الفاظ میں اس کا اظہار کیا جائے۔
- پچھلی غلطیاں دہرائی جائیں، نہ وہ یاد دلائی جائیں، بلکہ ان کو فراموش کر دیا جائے۔
- ہر فریق دوسرے کی جائز خواہش اور فطری جذبات کا احترام کرے، انھیں مجروح نہ کرے۔
- ایک دوسرے کو کبھی نظر انداز نہ کریں، بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنائیت کا اظہار کریں۔
- ایک دوسرے کی غیر موجودگی میں باہمی رازوں اور مشترکہ چیزوں کی حفاظت کریں۔
- ایک دوسرے کو ہر حال میں خندہ پیشانی سے ملیں۔
- بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے کی خدمت کریں۔ ایک دوسرے کو خادم اور اپنے آپ کو مخدوم نہ سمجھے، بلکہ گھر کا نظام باہمی تعاون سے چلائیں۔
- کوئی ناراضی والی بات ہو جائے، تو اسے بڑھنے نہ دیں بلکہ اولین فرصت میں اسے ختم کر لیا جائے، چنگاری کو شعلہ بنتے دیر نہیں لگتی۔ عقل مندی یہی ہے کہ چنگاری کو شعلہ نہ بننے دیا جائے، ورنہ ہنستا بستا گھر اُجڑ سکتا ہے، ایک خوش نما باغ خزاں میں تبدیل ہو سکتا ہے اور ایک نعمت کدہ جہنم کدہ بن سکتا ہے۔
- مرد بالا دست، قوّام اور زیادہ قوت و ہمت والا ہے، اس لیے اسے عورت کے مقابلے میں زیادہ بردباری، صبر اور قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ وہ عورت کی کمزوری اور فطری کجی کو حکمت اور صبر سے برداشت کرے۔ اسے

بالکل سیدھا کرنے کے چکر یا زعم میں نہ پڑے، ورنہ وہ اسے سیدھا کرتے کرتے اپنا گھر اُجاڑ لے گا۔

- گھر میں آنے والے مہمان کا تعلق بیوی کے خاندان سے ہو یا شوہر کے خاندان سے، بہ حیثیت مہمان کے، اپنی طاقت کے مطابق اس کی مہمان نوازی کی جائے۔ مہمان نوازی میں اپنے خاندان کے فرد کو تو اپنا سمجھا جائے اور دوسرے کو غیر۔ یہ تفریق بھی باہم بغض وعناد اور دلوں میں کدورت کا باعث بنتی ہے۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔
- عُسْر ہو یا یُسْر (تنگ دستی ہو یا خوش حالی) دونوں حالتوں میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور پورے خلوص سے عہد وفا نبھائیں۔
- دونوں اپنی خواہشات اور جذبات کے مقابلے میں اللہ اور رسول کے احکام کو فوقیت اور ترجیح دیں۔
- گھر میں اور گھر سے باہر شرعی پابندی کا اہتمام کریں۔
- ساس، آنے والی بہو کو اپنی بیٹی سمجھے، بیٹی کی طرح اس سے پیار کرے اور بیٹی کی طرح ہی اس سے سارا معاملہ کرے۔ بہو، اپنی ساس کو ماں سمجھے، ماں کی طرح اس کا ادب و احترام کرے اور بیٹی بن کر گھر کے کام کاج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ عورت کی عزت کام کاج ہی میں ہے، نہ کہ شہزادی بن کر مسہری پر لیٹے رہنے میں۔
- نندیں (خاوند کی بہنیں) بھی بھابھی کو بہن سمجھیں اور بہنوں کی طرح اس سے معاملہ کریں۔ گھر کے سارے کام باہم مل کر کریں۔ آنے والی دلہن ہی پر سارا

بوجھ نہ ڈال دیں۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ گھر کا سکون باہم پیار محبت میں ہے، نہ کہ باہم رقابت اور لگائی بجھائی میں۔

✧ زبان کی حفاظت کریں اور ''پہلے تولیں، پھر بولیں'' کے مقولے کو ہر وقت سامنے رکھیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ تلوار کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں، لیکن زبان کے زخم نہایت خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ پہلے دل کو گھائل کرتے ہیں اور پھر گھر کی بربادی اور اولاد کی تباہی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

✧ مرد نہایت غصے اور کشیدگی کے عالم میں بھی طلاق کا لفظ کبھی زبان پر نہ لائے۔ اور اسی طرح عورت بھی خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے، نہ طلاق لینے والا رویہ ہی اختیار کرے۔ دونوں ہر حالت میں عقدِ نکاح کو نبھانے کی کوشش کریں۔

✧ خاص طور پر صاحبِ اولاد ہونے کی صورت میں کبھی ایک دوسرے سے علیحدگی کا نہ سوچیں۔ علیحدگی کی صورت میں دونوں کا گھر ہی نہیں اُجڑے گا، اولاد کا مستقبل بھی برباد ہو جائے گا۔ ان غنچوں کو بن کھلے ہی نہ مرجھا دیں، بلکہ دونوں مل کر ان کی حفاظت اور تربیت کریں تاکہ وہ ثمر دار درخت بن کر ان کے لیے گھنی چھاؤں کا کام بھی دیں، اور ان کے لیے بڑھاپے میں سہارا بھی بنیں۔
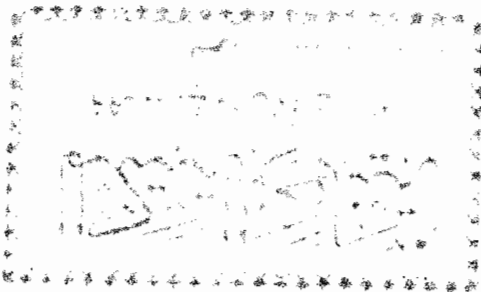
میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں

ایک دوسرے کی عزت ہیں

ایک کی عزت میں کمی

دونوں کے لیے نقصان کا باعث ہے

ہمارا دین ہمیں یہی سکھاتا ہے

ہم میں سے کتنے ہیں جو حقوق الزوجین

کے بارے میں جانتے ہیں؟

ایک شوہر ہونے کے ناطے بیوی پر اس کے کیا حقوق ہیں؟

ایک بیوی کی صورت میں شوہر پر اس کے کیا حقوق ہیں؟

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اُنھیں کیا حقوق دیے ہیں؟

یہ کتاب ''حقوق الزوجین'' قرآن وحدیث کی روشنی میں

انھی سوالوں کا جواب ہے

خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے میں

یقیناً بہترین ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ